

آئینہ کتاب

- ۱ طلاق کا لغوی معنی
- ۲ طلاق کا اصطلاحی معنی
- ۳ طلاق کی قسمیں
- ۴ طلاق احسن
- ۵ طلاق حسن
- ۶ طلاق بدی
- ۷ طلاق کیوں مشروع کی گئی؟
- ۸ صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے
- ۹ رشتہ کو باقی رکھنے کا قرآنی ضابطہ
- ۱۰ طلاق کی حد
- ۱۱ طلاق اور خلخ ناپسندیدہ ہیں
- ۱۲ شیطان کی خوشی
- ۱۳ غصہ میں طلاق
- ۱۴ طلاق دینا واجب ہے
- ۱۵ عدت کے احکام
- ۱۶ عدت کی قسمیں:
- ۱۷ دوران عدت شوہر کی ذمہ داریاں

کام وہ لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہونا مرض اتم پ کروں درود

طلاق اور عدت کے احکام

مصنف

مولانا محمد شاکر نوری

(امیر سنبھلی دعوت اسلامی)

ناشر:

مکتبہ طبیبہ

۱۲۶ کام بیکر اسٹریٹ ممبئی

بسم الله الرحمن الرحيم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلَیِ رَسُولِہِ الْکَرِیمِ

نکاح ایک پاکیزہ رشتہ ہے جس کی بنیاد جنت میں پڑی لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مقدس رشتے کے دائیٰ ہونے میں رکاوٹیں کھڑی ہو جاتی ہیں اور زوجین کے مزاج کی عدم یکسانیت کے نتیجے چلنداشوار ہو جاتا ہے، اس لیے شریعت نے اس رشتے کو منقطع کرنے کا ایک راستہ طلاق کا رکھا ہے۔ طلاق دینے سے پہلے اصلاح کی کیا صورتیں ہوئی چاہئے اور طلاق کن صورتوں میں دینا چاہئے نیز طلاق کا طریقہ کیا ہونا چاہئے؟ اس کے حوالے سے معلومات ضروری ہے۔ لہذا آئیے اب طلاق کے حوالے سے قرآن و سنت کی روشنی میں معلومات حاصل کریں اور بوقت ضرورت انہی طریقوں پر عمل کریں۔

طلاق کا لغوی معنی: نکاح کی گرفتاری کو کھول دینا۔ ترک کر دینا، چھوڑ دینا۔

طلاق کا اصطلاحی معنی: نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اسی پابندی کے اٹھادیں کو طلاق کہتے ہیں۔ (بہار شریعت)

طلاق کی فرمیں: طلاق کی تین فرمیں ہیں، احسن، حسن، بدی۔

طلاق احسن: جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں یوں سے مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے، اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت باستہ ہو جاتی ہے، اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق حسن: جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو ان ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے دوسری طلاق دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کئے تیسرا طلاق دی جائے اس کے بعد جب تیسرا ماہواری گزر جائے تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلale کے بغیر اس

- | | |
|----|---|
| ۲۱ | عہد کے ایام میں سوگ کرنا |
| ۲۲ | زمانہ جاہلیت میں عہد کا طریقہ |
| ۲۳ | عورت یوہ ہو جائے تو دوسرا نکاح کر لے |
| ۲۴ | شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کا حکم |
| ۲۵ | ایلا اور اس کے احکام |
| ۲۶ | ایلا کے اقسام |
| ۲۷ | ایلا کے شرائط |
| ۲۸ | ایلا کے الفاظ |
| ۲۹ | خلع کا بیان |
| ۳۰ | خلع کی تعریف اور اس کے احکام |
| ۳۱ | ظہار کا بیان |
| ۳۲ | ظہار کا معنی |
| ۳۳ | ظہار کا حکم |
| ۳۴ | ظہار کا کفارہ |

☆☆☆

میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو طلاق دینے سے نہ روکا جائے۔ طلاق کے علاوہ عقد نکاح کو فسخ کرنے کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کرالے اور تیسری صورت قاضی کی تفریق ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جن دو مسلمان حکموں کو زراعی حالت میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو وہ نکاح کو فسخ کرنے کا فیصلہ کر دیں۔

صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر شوہر کو بیوی ناپسند ہو پھر بھی وہ اس سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْءًا
وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (النساء، آیت: ۱۹)

ترجمہ: اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو، اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حضرت مخارب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ (سنن ابو داؤد ح ۱ ص ۲۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ (سنن ابو داؤد ح ۱ ص ۲۹۶)

قرآن اور سنت کی ان ہدایات کی روشنی میں شوہر پر یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور اگر طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے کیوں کہ اس کے بعد عدت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظر ثانی کا موقع رہے گا اور نہ عدت کے بعد عورت علاحدہ ہو جائے گی، آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین

سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

طلاق بدیع: اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعتاً دی جائیں خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاقیں دیں یا کلمات متعددہ سے، مثلاً کہہ تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔

(ب) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے، اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔

(ج) جن ایام میں عورت سے مقابلہ کی ہو، ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے، طلاق بدیع کی صورت میں ہو اس کا دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ (درجتار)

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق باسن ہے، مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی سے کہا تو میری ماں کی مثل ہے، طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جاسکتا ہے، لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی، اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک طلاق کا مالک رہ جائے گا، طلاق باسن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے لیکن اگر تین سے کم طلاقیں باسن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہو سکتا ہے لیکن پچھلی طلاقیں کا شمار ہو گا۔

طلاق کیوں مشروع کی گئی؟

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ رشتہ نکاح میں مسلک ہو جائیں ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقصود رکوش کی جائے اور اگر کبھی ان کے درمیان اختلاف یا نزاع پیدا ہو تو رشتہ دار اور مسلم سوسائٹی کے ارباب حل و عقد اس اختلاف کو دور کر کے ان میں صلح کرائیں اور اگر ان کی پوری کوشش کے باوجود ذوجین میں صلح نہ ہو سکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتہ نکاح میں بندھے رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو ان کی عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے، اس صورت میں ان کی، ان کے رشتہ داروں اور معاشرہ کے دیگر افراد کی بہتری اور مصلحت اسی

سے الگ رات بسر کیا کرو اور محبت بھری با تین کرنا ترک کر دو۔ وہ عورت جس میں شرافت کی حس ابھی زندہ ہے وہ اس سرزنش سے ضرور اپنی اصلاح کر لے گی۔ لیکن اگر یہ طریقہ کار بھی مفید ثابت نہ ہو تو پھر تم اس کو مار بھی سکتے ہو لیکن مار ایسی سخت نہ ہو جس سے جسم پر چوت آئے۔ والضرب فی هذه الاية ضرب الادب غیر المبرح (قرطبی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو یہ تصریح مردی ہے کہ اگر مارنے کی نوبت آئے تو مساوا کیا اس قسم کی کسی ہلکی ہلکلی چیز سے مارے۔ آج کل جہلا اپنی بیویوں کو یہیں کی طرف پیٹتے ہیں اس کی اجازت قطعاً اسلام نہیں دی ہے۔

اگر عورت اپنی سرکشی سے باز آجائے اور اپنے شوہر کی فرمان بردار بن جائے تو پھر شوہر پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے پہلے رو یہ کو پکر بدل دے اور اس پر دست درازی سے کلیتہ باز آجائے یہ حکم اُس خدا کا ہے جو سب سے بالا اور سب سے بڑا ہے اور اس کے حکم کی سرتاسری کے نتائج بڑے المناک ہیں۔

لیکن اگر آپس کی کوششیں اصلاح حال کے لیے مفید ثابت نہ ہوں اور ایسے آثار و نما ہونے لگیں کہ اگر صورتِ حال پر قابو نہ پایا گیا تو معاملہ طلاق پر جاختم ہو گا تو اس وقت یا تو میاں بیوی اپنی طرف سے ایک ثالث مقرر کریں جو ان کی شکایات سن کر ان کا باہمی تصفیہ کر دیں یا دونوں کے خاندان ثالث مقرر کریں اور اگر معاملہ عدالت تک پہنچ گیا تو پھر حاکم کو چاہئے کہ جلد بازی سے ان میں تفریق نہ کر دے بلکہ حکم کے ذریعہ ان کی مصالحت کی بھرپور کوشش کرے اور اگر ان حکموں نے خلوص نیت سے اصلاح کی کوشش کی تو توفیق الہی ضرور ان کے شامل حال ہوگی۔

بعض مفسرین کے نزدیک ”ان یرید اصلاحاً“ کے فاعل میاں بیوی ہیں یعنی اگر ان کے دلوں میں مصالحت کی خواہش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرمادے گا۔ (تفسیر ضياء القرآن ج اول ص: ۳۲۲، ۳۲۳)

بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں یا وکیل اور ویشنهو نویں ان کو تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں اور جب طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو یہ لوگ پشمیان ہوتے ہیں اور منفیتوں کے پاس جاتے ہیں کہ دوبارہ نکاح یا رجوع کا کوئی حلہ بتال نہیں حتیٰ کہ یہ لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، حالاں کہ اس قسم کے حلالہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، لیکن بعد میں بچوں کی درباری اور دوسرا بے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین ہر قیمت پر صلح کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

رشته کو باقی رکھنے کا قرآنی ضابطہ

فرمان باری تعالیٰ ہے: وَاللَّهِ تَحْاَفُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعَظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطْعَنْتُمُهُنَّ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا وَإِنْ خِفْتُمُ شِقَاقَ بَيْنَهُمَا فَابْعَثُوا حَكْمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكْمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدُ آصْلَاحًا يُوْقِنِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا مَخْبِرًا۔

ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھا و اور ان سے الگ سووا اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آ جائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، بے شک اللہ بلند بڑا ہے اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک بخ مردوں والوں کی طرف سے بھجو اور ایک بخ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بے شک اللہ جانے والا خبردار ہے۔ (سورہ نساء آیت: ۳۵، ۳۶)

ان آیات کی تفسیر میں حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ از ہری تحریر فرماتے ہیں:

اچھی خواتین کے ساتھ ساتھ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو تنہ مزاج اور کچ سرشت ہوا کرتی ہیں، ان کی اصلاح کا طریقہ تعلیم کیا جا رہا ہے۔ عورت کے از راہ غرور و نفرت خاوند کی اطاعت سے سرتابی کرنے کو ”نشوز“ کہتے ہیں۔ خوف سے مراد، ہم و مگان نہیں بلکہ علم و لقین ہے۔ (قرطبی) یعنی اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا پورا علم ہو جائے تو پہلے ہی غصہ سے بے قابو ہو کر انتہائی اقدام نہ کرو، بلکہ پہلے انہیں نرمی سے سمجھا و اور اگر فہماش موثر ثابت نہ ہو تو پھر ان

طلاق کی حد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الطلاقِ مَوْتَنِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ. (سورہ بقرہ آیت: ۲۲۹)

ترجمہ: یہ طلاق دوبارتک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے۔

تفسیر خزانہ العرفان میں ہے کہ ایک عورت نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے شوہرنے کہا ہے کہ وہ اسے طلاق دیتا اور رجعت کرتا رہے گا ہر مرتبہ جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہو گی رجعت کرے گا پھر طلاق دے دے گا اسی طرح عمر بھرا سے قید میں رکھے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ طلاق رجعی دوبارتک ہے اس کے بعد پھر طلاق دینے پر رجعت کا حق نہیں۔ (خزانہ العرفان)

طلاق اور خلع ناپسندیدہ ہیں

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

إِيمَـا إِمْرَأـة سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِـي عَيْرِ مَابَأْسَ فَحَرَّمَ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ. جو عورت شدید ضرورت کے بغیر شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راویت کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ.** (ابوداؤد) ناپسندیدہ ترین حلال اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **الْمُمْتَزَعَاثُ وَالْمُخْتَيَعَاثُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ** نکاح سے آزاد ہونے والیاں اور خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ (نسائی)

یعنی جو عورتیں اپنے شوہروں کو صرف اس لیے پریشان کرتی ہیں کہ وہ مجبور ہو کر انہیں آزاد کریں یا جو عورتیں خلع کرتی ہیں وہ درحقیقت منافقہ ہیں کہ اظاہر تو شوہر سے محبت کرتی ہیں لیکن دل میں ان سے نفرت کرتی ہیں اور کسی نہ کسی طرح آزاد ہونا چاہتی ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک خلع و طلاق کس قدر مبغوض ہے اور آپ اس سے اپنی نفرت کا اظہار صرف اسی لیے فرمائے ہیں کہ غلام حتی الاماکن اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

غرضیکہ طلاق دینا جائز ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر وہ میں نہایت ناپسند اور مبغوض ہے لہذا امر دعورت دونوں کو کوشش کرنا چاہئے کہ وہ اس تواریکی زد سے بچ رہیں اور ایک دوسرے کا لباس بن کر زندگی کو پر لطف بنانے کی کوشش کرتے رہیں بالخصوص اس صورت میں جب کہ اللہ نے ان کو اولاد کا عطا یہ بھی بخشنہ ہو کہ اولاد ہو جانے کے بعد والدین کی زندگی اپنے لیے نہیں بلکہ اولاد کے مستقبل کو سدھا رانے اور سنوارنے کے لیے رہ جاتی ہے پس جب بھی مرد دعورت میں کسی کو علاحدگی کا خیال آئے تو وہ اپنے پیارے پیارے بچوں پر نظر ڈالے اور سوچے کہ اگر ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو ان بچوں کو ہمارا مشترک کہ پیار کیسے نصیب ہو گا۔ جب کہ بچوں کی راحت اور ان کی بہترین تربیت کا دار و مدار ماں باپ کے مشترک کہ پیار ہی پر ہے اگر بچے اس سے محروم ہو گئے تو اس کی کوکش رو سائل کے باوجود نہ تو تنہ باپ پورا کر سکتا ہے، اور نہ ہی تنہ ماں پورا کر سکتی ہے اگر اسی طرح سوچا جائے تو طلاق کا تصور خود بخود ختم ہو سکتا ہے، گھر بگڑنے اور بچہ بتاہ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے مجرم صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا بتا رہے ہیں؟

شیطان کی خوشی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے (روزانہ صبح پانی پر تخت بچھا کر اپنا دفتر کھولتا ہے اور سارے دن

کے لیے فتنہ و فساد کے کام اپنے چیلوں کے سپرد کرتا ہے) پھر اپنی ٹولیوں کو لوگوں میں فتنے ڈالنے کے لیے بھیجتا ہے (شام کو یہ سب والپس آ کر اپنی اپنی کارستانیاں بیان کرتے ہیں جن کو یہ ملعون سنتار ہوتا ہے) حتیٰ کہ ان میں سے ایک آتا ہے اور اپنا کارنامہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ”ماتور کتھ فرقت بینہ و بین امراتہ“ میں نے فلاں شخص کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس کے او راس کی بیوی کے درمیان تفریق نہ کرادی۔ اس اب شیطان اچھل پڑتا ہے اس خبیث چیلے کو چمٹا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے ”نعم انت“ ہاں تو نے کچھ کیا۔ (مسلم شریف) یہ تفریق اگر بصورت طلاق ہوئی تو بری ہے لیکن اگر بغیر طلاق شوہر، بیوی ایک دوسرے سے علاحدہ ہو گئے تو اور بھی زیادہ بری ہے کہ اس صورت میں فتنہ و فساد اور گناہ میں مبتلا ہونے کا زیادہ امکان ہے بہر حال شیطان اپنے اس چیلے سے خوش ہوتا ہے جو شوہر و بیوی کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔ غور فرمائیے آخر ایسا کیوں؟ اس لیے کہ اس طرح اس نے ایک تیر سے سینکڑوں شکار کر لئے، شرعی قانون کے مطابق جو رشتہ قائم ہوا تھا اسے توڑ دیا، مرد و عورت دونوں کو اب گناہ میں مبتلا کر دینا زیادہ آسان ہو گیا۔ شوہر و بیوی کے خاندانوں میں رشتہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا اب دونوں شمن بن گئے، بچوں کا نہ صرف مستقبل بتاہ ہو گیا بلکہ ان کے آوارہ اور جاہل ہونے کا امکان زیادہ ہو گیا، اسی طرح سوچئے جتنا آپ غور کریں گے شیطان کی خوشی کے اسباب معلوم ہوتے جائیں گے۔

شوہر و بیوی کے درمیان اگر کسی وقت جھگڑا ہو چاہے روزانہ ہوتا کوئی خاص بات نہیں یہ ایک فطری عمل ہے ایسا ہوتا ہی ہے لیکن جوں ہی اس جھگڑے کے دوران طلاق کا خیال آئے بس فوراً سمجھ لیجئے کہ اب شیطان کی مداخلت ہو رہی ہے قبل اس کے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو لا حول پڑھے جھگڑا فوراً ختم کر دیجئے اور اپنے اور اپنی اولاد کے مستقبل کو تباہ ہونے سے بچا لیجئے۔

غصہ میں طلاق

یاد رکھئے کہ شیطان تفریق کرنے کے لیے غصہ کا سہارا لیتا ہے، غصہ کی آگ سلاگا تا ہے، پس جھگڑا شروع ہوتا ہے جوں جوں آگ کی تیزی بڑھتی جاتی ہے جھگڑا بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ عورت کی زبان پر طلاق کا مطالبہ آتا ہے یا نہیں آتا تو از خود مر طلاق کے لفظ بول دیتا ہے اور جوں ہی غصہ بھٹدا ہوتا ہے میاں بیوی دونوں سر پڑ کر رہ جاتے ہیں اور اب مسئلہ معلوم کرنے کے لیے مفتی صاحب کے پاس دوڑتے ہیں اور خیال یہ کرتے ہیں کہ طلاق کے الفاظ غصہ کی حالت میں بولے گئے ہیں لہذا طلاق نہیں ہوئی حالاں کہ ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو بات صاف ہے کہ کوئی کسی پر تلوار کا وار محبت میں نہیں کرتا یا کوئی گولی محبت میں نہیں مارتا، جب غصہ آتا ہے اور نفرت اپنی انہتہ پر پہنچتی ہے تو ہی گولی چلتی ہے اور گولی محبت میں چلے، مذاق میں چلے یا غصہ میں چلے کام ایک ہی کرتی ہے۔ طلاق، رشیۃ ازدواج کے لیے گولی ہے جو محبت میں چلے یا مذاق میں اور یا بحالت غصہ بہر حال اس رشتہ کی جان لے لیتی ہے پس غصہ آیا گولی چلی طلاق ہو گئی اور کاش ایک یاد و گولیاں چلتیں تو کچھ گنجائش باقی رہتی، مرہم پٹی سے میاں بیوی صحت مند ہو جاتے لیکن یہ شیطان تو بڑا ہی ظالم دشمن ہے ایسی حالت میں ہمیشہ تینوں گولیاں ایک ساتھ چلوا دیتا ہے اور میاں بیوی دونوں کی جان لے لیتا ہے۔ اب مفتی صاحب کے پاس کوئی دونہ نہیں ہوتی جو جان ڈال سکیں اور اگر دوا ہے بھی تو وہ اتنی کڑوی کہ اس کا استعمال کرنا کسی با غیرت کے لیے ممکن ہی نہیں۔ اسی لیے شریعت مطہرہ نے غصہ کو حرام قرار دیا اور آقا نے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس کے نقصانات سے بچانے کے لیے اس کی ممانعت اور نہ مرت فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار فرمایا ”لاتغضب، لاتغضب“ غصہ مت کرو، غصہ مت کرو۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، پہلوان تو وہ ہے

”یملک نفسہ عند الغضب“ جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ وہ شخص کتنا کمزور ہے جس کے غصہ کی آگ نے اس کے گھر ہی کو بھسم کر ڈالا اور وہ بجھانے سکا بہر حال غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

نکاح نے مرد کو بے شمار تھغوں کے ساتھ ایک مہلک ہتھیار بھی دیا ہے، عقلمندوہ ہے جو ان تھغوں کی لذت سے اپنی زندگی کو پر لطف، پر بہار اور پر سکون بنائے اور اس مہلک ہتھیار کو کسی کو نے میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے بھول جائے۔

طلاق دینا واجب ہے

ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جب ہتھیار کا استعمال یعنی طلاق دے دینا واجب ولازم ہو جاتا ہے مثلاً شوہر پیدائشی نامرد ہے یا جادو یا کسی اور بیماری کی وجہ سے وہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق نہیں اور اس کے صحت مند ہونے کا باظہ ہر کوئی امکان بھی نہیں تو ایسی صورت میں مرد کو چاہئے کہ وہ از خود اپنی بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دے کیوں کہ اس صورت میں عورت سے گناہ سرزد ہونے کا قوی امکان موجود ہے اور اگر کوئی بہت ہی متقیعہ عورت ہے تب بھی اس کی زندگی پر سکون نہیں ہو سکتی اور ایک گھر کا ماحول جیسا ہونا چاہئے وہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگر اس صورت کے باوجود شوہر، بیوی کو آزاد نہیں کرتا تو وہ مجرم ہے ایک عورت کی زندگی اجیرن کر دینے کا یا، وہ مجرم ہے اسے گناہ کے گڑھے میں ڈھکیل دینے کا، جو نہایت ہی گناہ ہے پس اس گناہ سے بچنے کے لیے بیوی کو طلاق دے دینا واجب ہے۔

اور بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں طلاق دینا افضل و بہتر اور مستحب قرار دیا گیا ہے مثلاً یہ عورت بے نمازی ہے، اپنے ساس، سسر اور دیگر اہل خانہ کو ستائی اور پر بیشان کرتی ہے یا ان سے نفرت کرتی اور ملنا جانا تک پسند نہیں کرتی یا وہ مجبوراً اس مرد کی زوجیت میں ہے جب کہ اس کا دل کسی اور مرد کی طرف مائل ہے یا وہ اس کے مال و اسباب میں خیانت کرتی ہے۔ ان تمام صورتوں اور ان جیسی صورتوں میں مستحب ہے کہ ایسی عورت کو طلاق دے کر اس کی ایذا رسانی سے نجات حاصل کر لی جائے لیکن اس وقت جب اس کی اصلاح اور تربیت

کے تمام شرعی اور معاشرتی طریقے ناکام ہو چکے ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں بھی ایک مرتبہ اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حبیبہ بنت سہل نے سرکار کے دربار میں حاضر ہو کر شوہر سے علاحدگی کی درخواست پیش کی یعنی خلع چاہا کیوں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کچھ شکل و صورت کے اچھے نہ تھے، قد پست تھارنگ سیاہ تھا اور حضرت حبیبہ جو عبد اللہ بن ابی کی بہن تھیں دراز قد اور نہایت ہی حسینہ و جمیلہ تھیں الہذا وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں کرتی تھیں پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! ما عتب عليه فی خلق ولادین ” کہ ثابت کے حسن خلق اور دیندار ہونے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں یعنی وہ عادات و اطوار کے بہت اچھے ہیں بہت دیندار ہیں ” ولکن اکرہ الکفر فی الاسلام ” لیکن میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی یعنی میں ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میں زبان سے انہیں اچھا کہوں اور دل سے پسند نہ کروں یہ تو تقویہ ہو گا جو شرعاً من nouع ہے۔ الہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ان سے طلاق دلادیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست پر برافر و ختنی یا نار اضکی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ پوچھا کیا تم ثابت کو وہ باغ واپس کر دو گی جو انہوں نے تمہیں بطور مهر دیا تھا۔ وہ راضی ہو گئیں پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا: اقبـلـ الحـدـيـقـةـ ” ثابت یـہ اپـنـا بـاغـ قـبـولـ کـرـلوـ، وـ طـلـقـهـاـ تـطـلـيقـةـ ” اور انہیں ایک طلاق دے دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور طلاق دے دی۔

اس واقعہ سے واضح ہو گیا کہ اگر شوہر بیوی کے درمیان کسی بھی وجہ محبت والفت پیدا نہ ہو سکے اور وہ ایک دوسرے کو دل سے نہ چاہتے ہوں تو جبراً کراہ کی زندگی بس کرنے سے بہتر علاحدگی ہے اور اس صورت میں مستحب یہی ہے کہ طلاق کا عمل اختیار کیا جائے۔

عدت کے احکام

عدت کے معنی شمار کرنا اور لگانا ہے۔ شریعت مطہرہ میں عدت اس انتظار کے دنوں کو گنے اور شمار کرنے کو کہتے ہیں جو ایک نکاح ختم ہو جانے کے بعد دوسرے نکاح کے لیے کیا جاتا ہے۔ زمانہ عدت میں نکاح کرنا منوع ہے بلکہ نکاح کی تیاری یا باقی کرنا بھی مناسب نہیں۔ عدت صرف عورت کے لیے ہے مرد کے لیے نہیں کیوں کہ اس کا مقصد استبرائے رحم یعنی پچھے دانی کی صفائی اور اس بات کا پوری طرح یقین حاصل کر لینا ہے کہ حمل نہیں ہے جب کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل یعنی پچھے کو جنم دینا ہے۔ ظاہر ہے اس کا تعلق مرد سے نہیں عورت ہی سے ہے، ہال مرد اگر کسی ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جس کو یہوی کے ساتھ جمع کرنا حرام ہوتا ہے بھی اپنی پہلی بیوی کی عدت پوری ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا، مثلاً بیوی کی بہن بھائی یا خالہ سے نکاح کرنا ہے تو عدت کے دنوں میں بھی ان کا نکاح کرنا حقیقت میں انہیں ساتھ ہی رکھنا ہوگا لہذا جائز نہیں کیوں کہ جب تک عورت کی عدت کے دن پورے نہ ہو جائیں مرد اس سے رجوع کر سکتا ہے اور دوبارہ اسے اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے۔

عدت کی فسمیں:

عدت کی تین فسمیں ہیں۔

(۱) وفات کی عدت یعنی اس عورت کی عدت جس کا شوہر مر گیا اور وہ بیوہ ہو گئی اس کی مدت چار مہینے اور دس دن ہے۔

(۲) طلاق کی عدت اس کی مدت تین حیض ہے چاہے یہ مطلقہ بالغہ ہونا بالغہ ہو یا ایس کو پہنچ چکی ہو یعنی اتنی بوڑھی ہو چکی ہو کہ حمل کی امید باقی نہ رہی ہو جس کے لیے تقریباً پچپن برس کی عمر ہوتی ہے اور وہ عورتیں جو نابالغہ ہوں یا عمر کے اعتبار سے تو بالغ ہو چکی ہوں لیکن اب تک انہیں حیض نہ آیا ہو ان کی مدت عدت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:
 وَ الَّتِي يَئْسُنَ مِنَ الْمَحِيطِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبَّتُمْ فَعَدْتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَ الْأَلْيَ

(۳) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل یعنی پچھے کو جنم دینا ہے چاہے نکاح ختم ہونے کے فوراً بعد ہی پچھے ہو جائے یا پچھے دن اور پچھے مہینے بعد ہو اور جس عورت کو خلوت صحیح سے قبل ہی طلاق دے دی گئی ہو اس کی کوئی عدت نہیں۔ خلوت صحیح مرد و عورت کی ایسی تہائی کو کہا جاتا ہے جس میں دونوں کا دوسرے سے فائدہ حاصل کر لینا یقین ہو جائے۔
 بواسطہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں حکم دیا گیا کہ طلاق سے پہلے ہی عورت کی مدت عدت کا خیال رکھا جائے یعنی حیض کے بعد پاکی کے ایسے دنوں میں طلاق دی جائے جن میں اب تک اس سے صحبت نہیں کی گئی ہے تاکہ اس کے ایام عدت دراز نہ ہوں اور اسے دوسرا نکاح کرنے کے لیے طویل انتظار نہ کرنا پڑے۔ فرمایا گیا: *آیاٰهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقَتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَ أَحْصُوا الْعِدَّةَ* (الطلاق: ۱)

ترجمہ: اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔

شریعت مطہرہ کا عورتوں پر یہ کیسا کرم ہو رہا ہے کہ ان کو دشواری سے بچانے کے لیے مردوں کو خصوصی حکم دیا جا رہا ہے کہ ارادۂ طلاق کے ساتھ ہی ایام عدت کا حساب لگا لو اور ایسے وقت طلاق دو کہ عورت کو غیر ضروری طور پر طویل انتظار نہ کرنا پڑے۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے کہ یہ وقت حیض کے بعد پاکی کے ان دنوں میں ہے جن میں اب تک عورت سے صحبت نہیں کی گئی ہے۔ ان ایام میں اگر عورت کو طلاق دی گئی تو اسے صرف تین حیض کی مدت عدت پوری کرنی ہوگی۔ شریعت مطہرہ میں چوں کہ عدت نہیات ہی اہم ہے لہذا خصوصی حکم دیا گیا ”احصو العدة“ ایام عدت کا خیال رکھو، انہیں شمار کرتے رہو کوئی غلطی نہ ہونے پائے اور وہ عورتیں جو ایس کی عمر کو پہنچ چکی ہوں کہ اب حیض آنے کی قطعاً امید نہ رہی ہو جس کے لیے عموماً پچپن برس کی عمر ہوتی ہے اور وہ عورتیں جو نابالغہ ہوں یا عمر کے اعتبار سے تو بالغ ہو چکی ہوں لیکن اب تک انہیں حیض نہ آیا ہو ان کی مدت عدت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:
 وَ الَّتِي يَئْسُنَ مِنَ الْمَحِيطِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبَّتُمْ فَعَدْتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَ الْأَلْيَ

لَمْ يَحْضُنَ (الطلاق: ۳) اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔

اور جو عورتیں حاملہ ہوں چاہیں بیوہ ہوں یا مطلقة ہوں ان کی عدت کے متعلق فرمایا گیا۔ وَ أُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضْعُنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ۳) اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

اور سورۃ البقرہ میں اس عورت کی مدت عدت بیان کی گئی جو بیوہ ہو گئی ہو۔ فرمایا گیا۔ وَالَّذِينَ يُنَوَّفُونَ مِنْكُمْ وَيَدْرُوْنَ أَرْوَاحَهَا يَتَرَبَّصُنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (البقرہ: ۲۳۲)

اور تم میں جو مریں اور پیباں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

دورانِ عدت شوہر کی ذمہ داریاں

مدتِ عدت پوری ہونے سے قبل مرد کو اختیار نہیں کہ وہ مطلقة کو گھر سے نکال دے وہ اسی گھر میں اپنی عدت کے ایام پورے کرے گی تاکہ اگر رجوع کرنے کا فیصلہ ہو تو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ نیز ایک گھر میں رہنے سے رجوع کی طرف مائل ہونے کا بھی توی امکان ہے کہ اس طرح دونوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے گفتگو کرنے وغیرہ کا موقع حاصل رہے گا اور وہ اس باب خود بخود ختم ہوتے جائیں گے جو جہہ طلاق بنے تھے اور پھر یہ مل کر اچھی زندگی بس کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہیں یہی حکمت ہے عورت کو اسی گھر میں رہنے کا حکم دینے میں کیوں کہ اسلام بہر حال یہ چاہتا ہے کہ رشتہ ازدواج کسی نہ کسی طرح قائم و باقی رہے۔ پس فرمایا گیا: لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجُنَّ إِلَّا نَيَّاتُهُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَ (ترجمہ) عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نکالا اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لا رہیں۔ (الطلاق: ۱)

ہاں اگر مطلقة طلاق کی جنجلہ ہٹ میں گھر والوں کو مستانتی ہو، شوہر کے ماں باپ، بہن بھائی وغیرہ کو برآ بھلا کہتی رہتی ہو، شوہر کو ذیل و خوار کرتی ہو، گالی گلوچ کرتی ہوتی کہ اس نے

گھر کا سکون تباہ کر دیا ہو، گھر کا نظام اس کی وجہ سے درہم برہم ہو گیا ہو تو ان سب صورتوں میں اسے گھر سے نکال دینے کی اجازت ہے اور یہی بہتر ہے پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجُدِكُمْ وَ لَا تُضَارُوهُنَّ لِتُضِيقُوا عَلَيْهِنَّ وَ إِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَإِنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضْعُنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَأَتُوْهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَ أَتَمْرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَ إِنْ تَعَسَّرُتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى ۝ لِيُنْفِقُ دُوْسَعَةٍ مِنْ سَعْتِهِ وَ مِنْ قُدْرَةِ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلَيُنْفِقُ مِمَّا أَتَيْتُهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا أَتَيْهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا (الطلاق: ۶، ۷)

ترجمہ: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھرا اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان و نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچے پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلاں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو اگر اگر باہم مضاائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی، مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجنہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔

ان آیات مبارکہ میں احکام عدت تفصیل کے ساتھ بیان کردیے گئے تاکہ عدت جیسے اہم عمل کے دوران مدد و عورت میں سے کسی سے کوئی غلطی نہ ہو یا کسی کی حق تلفی نہ ہو کہ اگرچہ طلاق نے رشیہ نکاح منقطع کر دیا ہے لیکن عدت ختم ہونے تک ابھی ایک دوسرے کے حقوق باقی ہیں جنہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ یہاں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) عورت کو طلاق کے بعد فوراً گھر سے نکال دینے کی اجازت نہیں بلکہ اس کے لیے مرد اپنی وسعت کے مطابق رہائش کا انتظام کرے، بایس صورت کا اگر جمعی طلاق دی ہے تو اسے اسی کمرے میں رکھے جس میں وہ اب تک رہتی تھی کہ اس صورت میں عورت مرد سے پر دہ بھی

نہیں کرے گی اور اگر طلاق بائیس دی ہے تو عورت مرد سے پردہ کرے اور مرد اس کے لیے ایسی رہائش گاہ کا انتظام کرے جہاں وہ پردے کے باوجود آزاد نہ رہ سکے۔

(۲) مرد کو اجازت نہیں کہ وہ اس مجبور و بے سہارا مطلقہ کو رہائش کے معاملہ میں تنگ کرے اور اتنا پریشان کرے کہ وہ گھر چھوڑ کر نکل جانے پر مجبور ہو جائے بالخصوص ”ولاتضاروهن“ کی ممانعت کا خیال رکھا جائے کہ عورت کو اٹھتے بیٹھتے طعنے نہ دو کہ یہ اس کے زخموں پر نمک چھڑ کنے کے متادف ہو گا جس سے اسے طلاق کی تکلیف کے بعد مزید تکلیف ہو گی، یہ ایذ انسانی تمہارے لیے جائز نہیں۔

(۳) جو مطلقہ حاملہ ہو اس کی رہائش اور اس کے دیگر لوازمات زندگی کی ذمہ داری مرد پر اس وقت تک ہے جب تک وہ بچہ کو جنم دے دے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ حاملہ عورت کے اخراجات کا ذکر ہے کہ اس کی مجبوری زیادہ ہے جب کہ ہر قسم کی مطلقہ عورت کے اخراجات کی ذمہ داری مرد ہی پر عائد کی گئی ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۱ میں فرمایا گیا۔ **وَلَمْ تُطْلِقْ مَتَاعً بِالْمَعْرُوفِ حَقًا عَلَى الْمُتَّقِينَ**۔ اور طلاق والیوں کے لیے بھی مناسب طور پر ننان و نفقہ ہے یہ واجب ہے پرہیز گارول پر۔

یعنی جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے جب کہ ہر مومن من اللہ سے ڈرتا ہے اور ڈرنا چاہئے پس ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ اپنی مطلقہ کے اخراجات عدت ختم ہونے تک پورے کرتا رہے۔ بالمعروف مناسب طریقے سے یعنی جیسے طلاق سے پہلے تمام ضروریات پوری کرتا تھا اسی طرح طلاق کے بعد کرتا رہے۔

(۴) حاملہ مطلقہ کی عدت بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ختم ہو جکی لہذا اب اس پر بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری بھی نہ رہی لہذا اب اگر مرد اپنے بچہ کو اس سے دودھ پلانا چاہتا ہے تو اس کی اجرت ادا کرے اور اجرت وہ ہو گی جس پر مرد و عورت باہمی مشورے سے رضامند ہو جائیں اور اگر مرد عورت کی مطلوبہ اجرت ادا نہیں کر سکتا یا عورت دودھ پلانے پر اپنی کسی ذاتی مجبوری کی وجہ سے راضی ہی نہیں مثلاً وہ جلد ہی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے اور وہ جانتی ہے

کہ اس کا ہونے والا شوہر اس ذمہ داری کو پسند نہیں کرے گا تو ان دونوں صورتوں میں اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ مرد کو چاہئے کہ وہ کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت کا انتظام کر لے۔

(۵) مطلقہ کے اخراجات میں اعتبار مرد کی حیثیت کا ہو گا کہ اگر مرد دولت مند ہے تو وہ عورت کو خرچ بھی دولت مندوں جیسا ہی دے گا اور غریب ہے تو وہ غریبوں جیسے ہی اخراجات کرے گا یعنی جس طرح وہ پہلے اپنی بیوی کو رکھتا تھا اسی طرح اب بھی رکھے، اس میں جتنی بہتری کر سکتا ہے کرے کمی نہ ہونے پائے اسی لیے اس حکم کے ساتھ بالمعروف فرمایا گیا۔

یہ احکام یہ عورت کے لیے بھی ہیں کہ اس کی تمام ذمہ داری یا تو شہر کے متروکہ مال سے پوری کی جائے گی اور اگر شوہر نے کچھ نہیں چھوڑا تو یہ ذمہ اس کے وارثین پورا کریں گے۔

بہر حال مطلقہ ہو یا یہ ہوشیار یعنی مطہرہ ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اسے بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ نکاح نے جس مرد کو عورت کا قوام، ذمہ دار اور سہارا بنا یا وہی مرد مدت عدت ختم ہونے تک اپنی ذمہ داریاں پورا کرنے کا پابند ہے جب کہ یہ مدت اس بے سہارا عورت کے لیے کوئی دوسرا انتظام کرنے کے لیے کافی ہے کہ اس عرصہ میں اس کے دوسرے نکاح کا انتظام ہو سکتا ہے یا اس کے اعزما واقارب اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو سکتے ہیں۔

بہر حال قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ حکم واضح ہے کہ مطلقہ اپنی کسی بھی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نہیں نکل سکتی کہ یہ بالکل حرام ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے ہر کام کے لیے مرد سے کہے جو اس کی ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور اگر وہ اپنی ذمہ داری پورا نہیں کرتا تو سخت گنہ گار ہو گا ہاں یہ عورت سخت ضروت کے لیے باہر جاسکتی ہے کہ اس کا شوہر مرچ کا اب وہ مجبور ہے۔ اپنے ضروری کام اسے خود ہی کرنا ہوں گے لیکن بلا ضرورت بازاروں میں گھومنا، سیر و تفریح کرنا، تقریبات میں شریک ہونا شامل نہیں، ہاں ڈاکٹر کے پاس جانا یا کھانے پینے کا سامان وغیرہ خریدنا ضرورت میں شامل ہے جب کہ کوئی لانے والا موجود نہ ہو۔

عدت کے ایام میں سوگ کرنا واجب ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس عورت کا شوہر وفات پا گیا وہ عدت گزرنے تک عصفر سے رنگا ہوا اور خوشبو والی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، زیور نہ پہنے، خضاب نہ لگائے اور سر مہ بھی نہ لگائے۔ (مشکوہ المصالح)

جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر وفات پا جائے تو عدت ختم ہونے تک اس کو اسی گھر میں رہنا ضروری ہے، جس میں شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے آخر وقت تک رہا کرتی تھی، اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں جانا جائز نہیں ہے۔

بہت سی عورتیں شوہر کی موت ہوتے ہی یا طلاق ہوتے ہی میکہ چلی جاتی ہیں یہ خلاف شرع اور گناہ ہے، نہ اس کا جانا جائز ہے نہ سوال والوں کو اس کا نکانہ درست ہے۔

قرآن پاک میں ہے: لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بَيْوَهُنَّ إِلَّا مَا يَتَّقِنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ البتہ جو عورت بیوہ ہوئی ہو اور اس کے نان نفقة کا کچھ انظام نہ ہو تو کسی جگہ کام کا ج کر کے روزی حاصل کرنے کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اس گھر میں آجائے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ عدت کے دوران گھر میں رہتے ہوئے کسی ایک ہی کو ٹھری یا کمرے میں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے نہ یہ کوئی مسئلہ ہے جیسا کہ عورتیں سمجھتی ہیں۔ (بلکہ گھر میں رہتے ہوئے پورے گھر میں چلے پھرے اس پر کچھ پابندی نہیں)۔

جس عورت کو جمعی طلاق ملی ہو، عدت کے ایام میں اس کو بھی گھر سے نکلا نہ رہت نہیں ہے، وہ بھی شوہر کے گھر میں عدت گزارے، جو عورت عدت میں ہو گھر سے نکلنے کی پابندی کے ساتھ اس پر شرعاً سوگ کرنے کی پابندی بھی عائد کی گئی ہے، زیب و زینت اور بناو سنگار ترک کرنے کو سوگ کہتے ہیں، حدیث بالا میں سوگ کے بعض مسائل بتائے گئے ہیں، سوگ کے احکام جہاں ایسی عورت پر عائد ہوتے ہیں جس کا شوہر وفات پا گیا ہو، اس عورت کو بھی اس کی ہدایت کی گئی ہے جس کو طلاق بالائی دی گئی ہو یا طلاق مغلظہ مل گئی ہو، خلاصہ یہ کہ جس

عورت کا شوہر وفات پا گیا ہوا اور جسے ایسی طلاق ملی ہو جس کے بعد جو عنہیں ہو سکتا اس پر عدت کے دوران سوگ کرنا بھی لازم ہے جب عدت ختم ہو جائے سوگ ختم کر دے، چوں کہ عدت کے زمانہ میں کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں اور بناو سنگار کی ضرورت شوہر کے لیے ہوتی ہے اس لیے زمانہ عدت میں سوگ کرنے کا حکم دیا گیا، سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت ایسا لباس اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے جس سے اس کی طرف مردوں کی طبیعت راغب ہو، لہذا عدت گزارنے والی کے لیے (جس پر سوگ واجب ہو) یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ بھڑک دار کپڑے نہ پہنے، خوشبو نہ لگائے، خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، زیور استعمال نہ کرے، باریک دانتوں کی کنگھی سے بال نہ سلجنائے اور سر میں تیل نہ ڈالے اور سر مہ نہ لگائے، ہاں اگر آنکھیں دکھ آئیں تو علاج کے لیے سر مہ لگانا درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو پونچھ ڈالے، سر دھونا اور غسل کرنا درست ہے لیکن خوشبو دار صابن وغیرہ استعمال نہ کرے اگر سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بے خوشبو کا تیل ڈال دے لیکن مانگ پی نہ نکالے۔

جس عورت پر سوگ واجب ہے اسے پان کھا کر منہ لال کرنا اور دانتوں پر مسمی ملنا، پھول پہننا، مہندی لگانا، ہونٹ اور ناخن پر سرخی لگانا درست نہیں۔

مسئلہ: سوگ کرنا حکم شرعی ہے، شوہر کے مرنے یا طلاق وخلع کے ذریعہ اس سے چھکارا حاصل ہونے سے، اگر عورت کو طبعی طور پر خوشی بھی ہوئی ہوتی بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کورٹ کے ذریعہ نکاح فتح کر دیا ہو (اور وہ شرعی اصول کے مطابق بھی فتح ہو گیا ہو) تو ایسی عورت پر بھی عدت اور سوگ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی یا اس کا شوہر مر گیا تو اس پر سوگ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق بائن یا طلاق مغلظہ ملی ہوا پر بھی واجب ہے کہ زمانہ عدت میں طلاق دینے والے شوہر کے گھر رہتے ہوئے اس سے پردہ کرے اور جس کو طلاق رجعی ملی ہو وہ زیب و زینت سے رہے، سوگ نہ کرے۔

زمانہ جاہلیت میں عدت کا طریقہ

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک صحابی خاتون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری لڑکی کا شوہرفوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمد لگاسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، دو یا تین بار یہی سوال و جواب ہوا آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ نہیں لگاسکتے۔ اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شریعت اسلام میں) یہ عدت اور سوگ کے چار ماہ دس دن ہیں (اس کی پابندی مشکل معلوم ہو رہی ہے) حالاں کہ جاہلیت کے زمانہ میں جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو پورے ایک سال تک عدت گزارتی تھی اور ایک سال ختم ہو کر جب دوسرا سال لگتا تھا تو اونٹ وغیرہ کی بینگنیاں چھینتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں شوہر کے مرجانے پر اس کی بیوہ پر طرح طرح کے احکام عائد کیے جاتے تھے، یہ احکام مذہبی بھی ہوتے تھے اور قومی و ملکی بھی، ہندوستان کے ہندوؤں میں تو یہ قانون تھا کہ بیوہ کو اپنے مردہ شوہر کے ساتھ زندہ ہی جلانا پڑتا تھا اس کوئی ہونا کہتے تھے اور عرب میں یہ طریقہ تھا کہ جب عورت کا شوہر مرجاتا تو ایک سال اس کے لیے بڑا کٹھن ہوتا تھا جس کی تفصیل سنن ابو داؤد میں اس طرح مروی ہے کہ:

”جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو سال بھر کے لیے ایک چھوٹی سی کوٹھری میں داخل ہو جاتی تھی اور بدترین کپڑے پہن لیتی تھی اور سال گزرنے تک نہ خوبیوں کی نہ اور کوئی چیز (صفائی سترہائی کی) اپنے بدن سے چھوٹی تھی جب سال ختم ہو جاتا تو کوئی چار پایہ گدھا، بکری یا پرندہ اس کے پاس لا جاتا تھا جس سے وہ اپنی شرم کی جگہ کو رکھتی تھی۔ چوں کہ سال بھر تک بدحالی میں رہ کر اس کے بدن میں زہر لیے اثرات پیدا ہو جاتے تھے اس لیے جس جانبور سے وہ اپنے جسم کا مخصوص حصہ رکھتی تھی اکثر مرجاتا تھا، اس کے بعد (کوٹھری سے) نکلتی اور اس کو اونٹ وغیرہ کی بینگنیاں دی جاتی تھیں، وہ ان بینگنیوں کو آگے پیچھے چھینتی تھی،

اس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اس کی عدت گزارگئی ہے اور اس سے یہ فال لینا بھی مقصود تھا کہ مصیبت پھیٹک دی جیسا کہ یہ بینگنیاں چھینگی جا رہی ہیں، اس کے بعد اپنی مرضی کے مطابق خوشبو وغیرہ استعمال کرتی تھی۔ (یہ کام ٹوٹکے کے طور پر کرتی تھیں اور اس کو دفع مصیبت کا ذریعہ سمجھتی تھیں)۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاہلیت کی یہ پابندی یاد دلائی اور فرمایا کہ اسلام نے صرف چار ماہ دس دن کی عدت اور سوگ رکھا ہے، جاہلیت کی کیسی کیسی مصیبتوں سے تمہاری جان چھڑائی ہے، پھر بھی تم اسلام کے قانون کی پاسداری سے نچنے کا راستہ نکالنا چاہتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنکھ میں تکلیف ہونے کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عدت والی کو سوگ میں سرمد لگانے کی اجازت نہ دی، حدیث کی شرح لکھنے والے عالموں نے بتایا ہے کہ اس عورت کا علاج سرمد کے بغیر ہو سکتا تھا اور سرمد بطور زینت لگانا چاہتی تھی، اس لیے منع فرمایا کیوں کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فتویٰ ہے (جو سوگ والی احادیث کی راوی ہیں) کہ سوگ والی عورت علاج کی مجبوری سے رات کو سرمد لگائیتی ہے۔

عورت بیوہ ہو جائے تو دوسرا نکاح کر لے

ہندوؤں میں یہ عیب سمجھا جاتا ہے کہ شوہر کی موت کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے، ہر وقت کا جلاپا اور ساسندوں کے طعنے اسے باعزت زندگی گزارنے نہ دیتے تھے، مذہبی قانون اور قومی روانج کے مطابق بے شوہر پوری زندگی گزارنا لازم تھی۔ اگر چہ تیرہ سال کی لڑکی بیوہ ہو جائے اور چوں کہ شوہر کی ارتھی کے ساتھ جاناندھی مسئلہ تھا اور سب نفرت و تھارست کا برداشت کرتے تھے، اس لیے لا محالہ وہ شوہر کی ارتھی میں کو دپڑتی تھی اور زندہ جل جانے کو نفرت کی زندگی پر ترجیح دیتی تھی۔ اس کے بالکل بر عکس اسلام نے نہ صرف اجازت دی بلکہ ترغیب دی اور مستحب و مستحسن بلکہ بعض حالات میں واجب قرار دیا کہ عدت گزارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر لے، وہ مرجائے تیسرا شوہر کر لے، وہ

بھی مر جائے تو چوتھے مرد کی زوجیت میں آجائے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ کی اکثر بیویاں بیوہ تھیں جن کے پہلے شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔

آج کل بھی بعض قوموں میں (جو مسلمان کھلاتی ہیں) بیوہ کی دوسری شادی کو عیب سمجھا جاتا ہے اور جو بیوہ ہو جائے زندگی بھر یوں ہی بلا شوہر بیٹھی رہتی ہے۔ خدا کی پناہ! اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کام کیا ہوا سے عیب سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے، اس سے ایمان سلب ہو جانے کا خطرہ ہے جن لوگوں کے ایسے خیالات ہیں تو بکریں۔

اسلام نے عورت کو بڑا مرتب دیا اور اس کو اعزاز و اکرام سے نوازا ہے، پستی سے نکال کر اس کو بلندی عطا کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عورتیں اب بھی اسلام کے احکام کو چھوڑ کر (جو سراسر رحمت ہیں) جاہلیت کی طرف دوڑ رہی ہیں۔

شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کا حکم

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحزادی حضرت نینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب اُم المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیرسے دن خوشبو منگالی جو زرد رنگ کی تھی اور اپنی بانہوں اور رخساروں پر ملی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں تین دن سے زائد سوگ کرنے والیوں میں شمارہ ہو جاؤں میں نے خوشبو گالی) میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنائے کہ ایسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی میت پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے، سوائے شوہر کے کہ اس کی موت ہو جانے) پر چار مہینہ وس دن سوگ کرے۔ (مسلم شریف)

رب تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمين۔

ایلا اور اس کے احکام

فرمان باری تعالیٰ ہے:

”لِلَّذِينَ يُولُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ تَرْبُصُ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ حَفَّانَ فَأَئِ وَفَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ (سورہ بقرہ ۲۲۶)

ترجمہ: اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخششے والا ہمراں ہے۔ (کنز الایمان)

مفہر شہیر حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اس آیہ کریمہ کا شان نزول ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے، اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو ایک سال، دو سال، تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جانے اور صحبت ترک کرنے کی قسم کھا لیتے تھے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے تھے نہ وہ بیوہ ہی تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کر لیتیں نہ شوہر دار کہ شوہر سے آرام پا تیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور اسی قسم کھانے والوں کے لیے چار مہینے مدت متعین فرمادی کہ اگر عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد عرصہ کے لیے یا غیر معین مدت کے لیے ترک صحبت کی قسم کھالے تو اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے، اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لیے بہتر ہے یا رکھنا، اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہو گا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہو گئی اور اس پر طلاق باش واقع ہو گئی۔ (خزانہ العرفان)

ایلا کے معنی یہ ہیں کہ شوہر نے یہ قسم کھائی کہ عورت سے قربت نہ کرے گا یا یوں قسم کھائی کہ چار مہینہ قربت نہ کرے گا تو یہ ایلا ہو گیا۔ اگر عورت باندی ہو تو اس کے ایلا کی عدت دو مہینہ ہے۔

ایلا میں قسم کی دو صورت ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے اُن صفات کی قسم کھائے

جن کی قسم کھائی جاتی ہے۔ (جیسے کہے اس کی عظمت و جلال کی قسم، اس کے کبریائی کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم) دوسری صورت تعلق ہے (جیسے یہ کہے کہ اگر اس سے ولی کروں تو میرا غلام آزاد ہے یا میری عورت کو طلاق ہے یا مجھ پر اتنا روزہ ہے یا حج ہے۔ (ہدایہ وغیرہ)

ایلا کے اقسام

مسئلہ: ایلا دو طرح کا ہے ایک ایلا یعنی موقت یعنی چار مہینہ کا، دوسرا ایلا یعنی ممکنہ یعنی چار مہینہ کی قید نہ ہو، ہر حال ایلا کے بعد اگر چار مہینہ کے اندر اگر عورت سے جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی (چاہے پاگل ہی ہو) اور کفارہ لازم جب کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو اور اگر قسم بصورت تعلق تھی تو جس بات پر متعلق کیا تھا وہ بات ہو جائے گی (جیسے کہا تھا اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کر لیا تو غلام آزاد ہو گیا) اور اگر ایلا کرنے کے بعد چار مہینہ کے اندر صحبت نہ کی تو طلاق باس پڑ جائے گی۔ پھر اگر یہ ایلا موقت تھا یعنی چار مہینہ کا تھا تو یہ میں ساقط ہو گئی یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تواب ایلا کا کچھ اثر نہیں، اور اگر ایلا ممکنہ تھا یعنی ہمیشہ کی قید تھی (جیسے یہ کہا تھا خدا کی قسم تھے کبھی قربت نہ کروں گا) یا کچھ قید نہ تھی (جیسے کہا تھا خدا کی قسم تھے کہ زوجہ کے ساتھ کسی تو ان صورتوں میں ایک باس طلاق پڑ گئی اور قسم باقی ہے (یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر ایلا کا حکم جاری ہوگا کہ اگر اس نکاح کے وقت سے چار مہینہ کے اندر جماع کر لیا تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا اور تعلق میں جزا واقع ہو جائے گی اور چار مہینہ گزر لیے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق باس پڑ جائے گی مگر یہ میں اب بھی باقی ہے۔ اسی طرح اگر تیسرا بار اُسی عورت سے نکاح کیا تو پھر ایلا آگیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار مہینہ گزر نے پر تیسرا طلاق پڑ جائے گی۔ اور اب بے حل و لفاف نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تواب ایلا نہیں یعنی چار مہینہ بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہوگی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کرے گا کفارہ واجب، اور اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نے کسی اور سے نکاح کیا اس کے بعد پھر

اس سے نکاح کیا تو مستقل طور پر اب سے تین طلاق کا مالک ہو گا مگر ایلا پھر بھی رہے گا یعنی قربت نہ کرنے پر طلاق ہو جائے گی۔ پھر نکاح۔ پھر وہی حکم پھر ایک یا دو طلاق کے بعد کسی سے نکاح کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر وہی حکم یعنی جب تک تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے ایلا بدستور باقی رہے گا۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: ایلا صرف اپنی منکوحہ سے ہوتا ہے یا مطلقہ رجعی سے۔ ابھی یہ سے یا جسے باس طلاق دی اس سے ابتداء نہیں ہو سکتا۔ یوں ہی اپنی باندی سے بھی نہیں۔ ہاں دوسرے کی کنیز اس کے نکاح میں ہے تو اس کنیز سے ایلا کر سکتا ہے۔ یوں ہی ابھی یہ کا ایلا اگر نکاح پر متعلق کیا تو ہو جائے گا (جیسے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا۔

ایلا کے شرائط

مسئلہ: ایلا کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ شوہر اہل طلاق ہو یعنی وہ طلاق دے سکتا ہو لہذا مجنون و نابالغ کا ایلا اعصح نہیں کہ یہ اہل طلاق نہیں۔ (رمختار و بہار) اور یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینہ سے کم کی مدت نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے اگر جگہ معین کی (جیسے یوں کہا خدا کی قسم تجھ سے فلاں جگہ قربت نہ کروں گا، تو ایلا نہیں، اور یہ بھی شرط ہے کہ زوجہ کے ساتھ کسی باندی یا ابھی یہ کو نہ ملائے۔ (جیسے کہا تجھ سے اور فلاں عورت سے قربت نہ کروں گا اور یہ فلاں اس کی باندی یا ابھی یہ ہے تو ایلانہ ہوگا) اور یہ بھی شرط ہے کہ محض مدت کا استثنانہ ہو (جیسے یوں کہا چار مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا مگر ایک دن تو یہ ایلا نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ قربت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے (جیسے اگر یوں کہا اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھوں نے پر بلاوں تو تجھ کو طلاق ہے تو اس طرح کہنے سے ایلا نہیں ہو گا۔ (خانیہ و رمختار و دلختر وغیرہ)

ایلا کے الفاظ

ایلا کے الفاظ بعض صریح ہیں بعض کنایہ، صریح وہ الفاظ ہیں جن سے ذہن جماع کے معنی کی طرف سبقت کرتا ہواں معنی میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہو۔ صریح میں نیت کا

درکار نہیں بغیر نیت بھی ایلا ہو جائے گا اور اگر صریح لفظ میں یہ کہے کہ میں نے جماعت کے معنی کا ارادہ نہ کیا تھا تو قضاء اس کا قول معتبر نہیں دیا گیا معتبر ہے۔ کنایہ ایسا لفظ ہے جس سے معنی جماعت متبادل رہنے ہوں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو۔ کنایہ میں بغیر نیت ایلا نہیں ہوگا اور اگر دوسرے معنی مراد ہونا بتاتا ہے تو قضاء بھی اس کا قول مان لیا جائے گا۔ (رد المحتار و بہار)

مسئلہ: اپنی عورت سے کہا اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تو مجھ پر حرام ہے اور نیت ایلاع کی ہے تو ایلا ہو گیا۔ (ہندیہ و بہار) مسئلہ: جماعت کرنے کو کسی ایسی چیز پر موقوف کیا جس کی نسبت یہ امید نہیں ہے کہ وہ چار مہینہ کے اندر ہو جائے تو ایلا ہو گیا۔ (جیسے رب کے مہینہ میں کہا واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک حرم کا روزہ نہ رکھ لوں یا کہا واللہ میں تجھ سے جماعت نہ کروں گا مگر فلاں جگہ اور اس جگہ تک چار مہینہ سے کم نہیں پہنچ سکتا۔ یا کہا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک بچہ کے دودھ چھڑانے کا وقت نہ آئے۔ اور ابھی دو برس پورے ہونے میں چار مہینہ یا زیادہ باقی ہیں تو ان سب صورتوں میں ایلاع ہے) یوں ہی اگر وہ کام مدت کے اندر تو ہو سکتا ہے مگر یوں کہ نکاح نہ رہے گا جب بھی ایلاع ہے۔ جیسے یہ کہا تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مر جائے یا کہا میں مر جاؤں یا قتل کی جائے یا میں مار ڈالا جاؤں یا تو مجھے مار ڈالے یا میں تجھے مار ڈالوں یا میں تجھے تین طلاقیں دے دوں۔ (جو ہرہ و بہار وغیرہ) مسئلہ: ایلا کیا اور مدت کے اندر قسم توڑنا چاہتا ہے مگر وہی کرنے سے عاجز ہے (کہ وہ خود بیمار یا عورت بیماری ہے یا عورت کم عمر ہے یا عورت کا مقام بند ہے کہ وہی ہو نہیں سکتی یا یہی نامرد ہے یا اس کا عضو کاٹ ڈالا گیا یا عورت اتنی دور ہے کہ چار مہینہ میں وہاں نہیں پہنچ سکتا یا خود قید ہے اور قید خانہ میں وہی نہیں کر سکتا اور قید بھی ظلمًا ہو یا عورت جماعت نہیں کرنے دیتی یا کہیں ایسی جگہ ہے کہ اس کو اس کا پتہ نہیں) تو ان مجبور یوں میں زبان سے رجوع کے الفاظ کہہ لے جیسے کہے میں نے تجھ سے رجوع کر لیا یا کہے ایلا کو باطل کر دیا یا کہے میں نے اپنے قول سے رجوع کیا یا کہے میں نے اپنا قول واپس لیا۔ تو اس طرح کہنے سے ایلا جاتا رہے گا یعنی مدت پوری ہونے پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور احتیاط یہ ہے کہ

گواہوں کے سامنے رجوع کے الفاظ کہے۔ لیکن اگر قسم مطلق ہے یا موبد تو بحالہ باقی ہے۔ جب وہی کرے گا کفارہ لازم آئے گا۔ اور اگر قسم چار مہینہ کی تھی اور چار مہینہ کے بعد وہی کی تو کفارہ نہیں مگر زبان سے رجوع کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ مدت کے اندر یہ مجبوری قائم رہے اور اگر مدت کے اندر زبانی رجوع کے بعد وہی پر قادر ہو گیا تو زبانی رجوع کافی نہیں ہے وہی کرنا ضروری ہے۔ (در مختار جو ہرہ و بہار) مسئلہ: وہی سے عاجز نہ دل سے رجوع کر لیا مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو رجوع نہیں۔ (رد المختار و بہار) مسئلہ: جس وقت ایلا کیا اس وقت عاجز نہ تھا پھر عاجز ہو گیا تو زبانی رجوع کافی نہیں جیسی تدرست نے ایلا کیا پھر بیمارہ و گیا تو اب رجوع کیلئے وہی ضرور ہے مگر جب کہ ایلا کرتے ہی بیمار ہو گیا اتنا وقت نہ ملا کہ وہی کرت تو زبان سے کہہ لینا کافی ہے اور اگر مریض نے ایلا کیا تھا اور ابھی اچھا نہ ہوتا تھا کہ عورت بیمار ہو گئی اب یہ اچھا ہو گیا تو زانی رجوع ناکافی ہے۔ (در مختار رد المختار و بہار) مسئلہ: شہوت کے ساتھ بوسے لینا یا چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا یا آگے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ وہی کرنا رجوع نہیں۔ (ہندیہ و بہار) مسئلہ: اگر حیض میں جماعت کر لیا تو اگرچہ یہ بہت سخت حرام ہے مگر ایلا جاتا رہا۔ (ہندیہ و بہار) مسئلہ: ایلا کی مدت میں اگر زوج وزوجہ کا اختلاف ہو تو شوہر کا قول معتبر ہے مگر عورت کو جب شوہر کا جھوٹا ہونا معلوم ہو تو عورت کو اجازت نہیں کہ اس کے ساتھ رہے جس طرح ہو سکے مال وغیرہ دے کر اس سے الگ ہو جائے اور اگر مدت کے اندر جماعت کرنا بتاتا ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور اگر مدت پوری ہونے کے بعد کہتا ہے کہ مدت کے اندر جماعت کیا ہے تو جب تک عورت اس کی تصدیق نہ کرے شوہر کا قول نہ مانا جائے (ہندیہ جو ہرہ و بہار) مسئلہ: عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔ اس لفظ سے ایلا کی نیت کی تو ایلا ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے۔ نہیں تو طلاق باسن اور تین کی نیت کی تو تین۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو یہ نیکی ہے شوہر نے زبردستی یا عورت کی خوشی سے جماعت کیا تو عورت پر کفارہ لازم ہے۔ (در مختار، رد المختار، و بہار) مسئلہ: عورت کو کہا تو میری ماں ہے اور نیت تحریم (حرام کرنا) کی ہے تو حرام نہ ہو گی بلکہ یہ جھوٹ ہے۔ (جو ہرہ و بہار)

خلع کا بیان

قرآن پاک میں ہے: فَإِنْ خَفْتُمُ الْأَيْقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ط (سورہ بقرہ: ۲۲۹)

ترجمہ: پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدود پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھڑی لے۔ (کنز الایمان)

تفسیر خزانہ العرفان میں ہے: یہ آیت جمیلہ بنت عبد اللہ کے باب میں نازل ہوئی، یہ جمیلہ ثابت بن قیس ابن شناس کے نکاح میں تھیں اور شوہر سے کمال نفرت رکھتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے شوہر کی شکایت لائیں اور کسی طرح ان کے پاس رہنے پر راضی نہ ہوئیں تب حضرت ثابت نے کہا کہ میں نے ان کو ایک باغ دیا ہے اگر یہ میرے پاس رہنا گوارہ نہیں کرتیں اور مجھ سے علاحدگی چاہتی ہیں تو وہ باغ مجھے واپس کریں، میں ان کو آزاد کر دوں۔ جمیلہ نے اس کو منظور کیا، حضرت ثابت نے باغ لے لیا اور طلاق دے دی۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی (جمیلہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثابت بن قیس جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کی عادت و خصلت اور دینداری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے لیکن میں ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں (لہذا میری اور ان کی جداگانہ توجہ تو بہتر ہے) یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا (طلاق کے بدلہ) تم اس کا باعچہ واپس کر دوگی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہاں میں واپس کر دوں گی۔ آپ نے یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اقبل الحدیقة و طلقها تطليقة“: کہ تم باعچہ قبول کرلو (اور اس کے عوض) اس کو ایک طلاق دے دو۔ (رواه البخاری)

خلع کی تعریف اور اس کے احکام

مال کے بد لے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں، عورت کا قبول کرنا شرط ہے بغیر عورت کے قبول کرنے خلع نہیں ہو سکتا، خلع کے الفاظ معین ہیں، اس کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر زوج زوجہ میں نااتفاقی رہتی ہو اور یہ ڈر ہو کہ شریعت کے حکموں کی پابندی نہ کر سکیں گے تو خلع کرانے میں حرج نہیں اور جب خلع کر لیں تو طلاق باسن واقع ہو جائے گی اور جو مال ٹھہر اہے عورت پر اس کا دینا لازم ہے۔ (ہدایہ و بہار)

مسئلہ: جو چیز مہر ہو سکتی ہے وہ خلع میں بدل ہو سکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہو سکتی وہ بھی خلع کا بدل ہو سکتی ہے، جیسے دس درہم سے کم مہر تو نہیں ہو سکتا مگر خلع کا بدل ہو سکتا ہے۔ (درختار)

مسئلہ: خلع شوہر کے حق میں طلاق کو عورت کے قبول پر معلق کرتا ہے کہ عورت نے اگر مال دینا قبول کر لیا تو طلاق باسن ہو جائے گی لہذا اگر شوہر نے خلع کے الفاظ کہے اور عورت نے ابھی قبول نہیں کیا تو شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں نہ شوہر کو شرط خیار حاصل۔ اور نہ شوہر کی مجلس بدلنے سے خلع باطل۔ (خانیہ و بہار)

مسئلہ: خلع عورت کی جانب میں اپنے کو مال کے بد لے میں چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتدا ہوئی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت رجوع کر سکتی ہے اور اپنے لیے اختیار بھی لے سکتی ہے اور یہاں تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے۔ بخلاف بیع کے بیع میں تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں اور دونوں میں سے ایک کی مجلس بدلنے کے بعد عورت کا کلام باطل ہو جائے گا۔ (خانیہ و بہار)

مسئلہ: خلع چوں کہ معاوضہ ہے لہذا یہ شرط ہے کہ عورت کا قبول اس لفظ کے معنی سمجھ کر ہو بغیر معنی سمجھے اگر مخفی لفظ بول دے گی تو خلع نہ ہوگا۔ (درختار و بہار)

مسئلہ: چوں کہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے لہذا شوہر کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے

نابالغ یا مجنون خلع نہیں کر سکتا کہ اہل طلاق نہیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت محل طلاق ہو لہذا اگر عورت کو طلاق بائیں دے دی ہے تو اگرچہ عدالت میں ہوتا سے خلع نہیں ہو سکتا۔ یوں ہی اگر نکاح فاسد ہوا ہے یا عورت مرتدہ ہو گئی تب بھی خلع نہیں ہو سکتا کہ نکاح ہی نہیں ہے خلع کس چیز کا ہو گا اور جمعی کی عدالت میں ہے تو خلع ہو سکتا ہے۔ (درجہ رار الحترا و بہار)

مسئلہ: شوہرنے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا اور مال کا ذکر نہ کیا تو خلع نہیں بلکہ طلاق ہے اور عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں۔ (بدائع و بہار)

مسئلہ: شوہرنے کہا میں نے تجھ سے اتنے پر خلع کیا عورت نے جواب میں کہا ہاں تو اس سے کچھ نہ ہو گا جب تک یہ نہ کہے کہ میں راضی ہوئی یا جائز کیا۔ یہ کہا تو صحیح ہو گیا۔ یوں ہی اگر عورت نے کہا مجھے ہزار روپیہ کے بدے میں طلاق ہے اس پر شوہرنے کہا ہاں تو طلاق ہو گی۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اور جو حقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے عدالت کا نفقہ اگرچہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہو گا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کردی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ یوں ہی عورت کے بچے ہوتے پر کچھ کا نفقہ اور دودھ پلانے کے خرچ ساقط ہو جائیں گے ورنہ نہیں اور وقت معین کرنے کی صورت میں اگر اس وقت سے پہلے بچہ مر گیا تو باقی مدت میں جو خرچ ہوتا ہو عورت سے شوہر لے سکتا ہے۔ اور اگر یہ ٹھہرا کہ عورت اپنے مال سے دس تک بچے کی پرورش کرے گی تو بچے کے کپڑے کا عورت مطالباً کر سکتی ہے اور اگر بچہ کا کھانا کپڑا دونوں ٹھہرا ہے تو کپڑے کا مطالباً بھی نہیں کر سکتی اور اگر بچہ کو چھوڑ کر عورت بھاگ گئی تو باقی نفقہ کی قیمت شوہر و صول کر سکتا ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ بالغ ہونے تک بچہ کو اپنے پاس رکھے گی تو لڑکی میں ایسی شرط ہو سکتی ہے لڑکے میں نہیں۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: عورت کو طلاق بائیں دے کر پھر اس سے نکاح کیا پھر مہر پر خلع ہوا تو دوسرا مہر ساقط ہو گیا پہلا نہیں۔ (جوہر و بہار)

مسئلہ: خلع اس پر ہوا کہ کسی عورت سے زوجہ اپنی طرف سے نکاح کر دے اور اس کا مہر زوجہ دے تو زوجہ پر صرف وہ مہر واپس کرنا ہو گا جوز و ج سے لے چکی ہے اور پچھے نہیں۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: شراب، خزری، مردار وغیرہ ایسی چیز پر خلع ہوا جو مال نہیں تو طلاق بائیں پڑگئی اور عورت پر کچھ واجب نہیں اور اگر ان چیزوں کے بدے میں طلاق دی تو جمعی واقعی ہوئی یوں ہی اگر عورت نے یہ کہا کہ میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس کے بدے میں خلع کر اور ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو کچھ واجب نہیں۔ (درجہ رار الحترا و جوہر)

مسئلہ: عورت سے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو اگر یہ لفظ شوہر نے طلاق کی نیت سے کہا تھا تو بائیں طلاق واقع ہو گی اور مہر ساقط نہ ہو گا۔ بلکہ اگر عورت نے قبول نہ کیا ہو جب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ طلاق کی نیت سے نہ کہا تھا تو طلاق واقع نہ ہو گی جب تک عورت قبول نہ کرے اور یہ اگر یہ کہا تھا کہ فلاں چیز کے بدے میں نے تجھ سے خلع کیا تو جب تک عورت قبول نہ کرے گی طلاق واقع نہ ہو گی۔ اور عورت کے قبول کرنے کے بعد اگر شوہر کہے کہ میری مراد طلاق نہ تھی تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔ (خانیہ وغیرہ)

ظہار کا بیان

فرمان باری تعالیٰ ہے:

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ اللَّتِي تُحَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَ تَسْتَكِنِي إِلَى اللَّهِ قَوْلَ اللَّهِ يَسْمَعُ تَحَاوُرَ كُمَا طَأَنَ اللَّهُ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَاءِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهِتُهُمْ طَأْنُ أُمَّهِتُهُمْ إِلَّا إِلَيَّ وَ لَدَنَهُمْ طَوَانُهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقُولِ وَ زُؤْرًا طَوَانُهُمْ لَعْنُوْغَفُورٌ ۝ وَ الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقْبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَ طَلِكُمْ تُوْعَظُونَ بِهِ طَوَانُهُمْ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرِيْنِ مُتَتَابِعِيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَ طَمِنْ

لَمْ يَسْتَطِعْ فِاطِعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۖ ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَتُلَكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكُفَّارِ عَذَابٌ أَلِيمٌ^(۵) (سورہ مجادلاۃ / آیات ۲۷)

ترجمہ: بیشک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی نفعگوں رہا ہے بیشک اللہ سنتاد یکھتا ہے، وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی ماں کی ماں میں توہہ ہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے، اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرا کو ہاتھ لگا کیمیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے، پھر جسے بردہ نہ ملے تو لا تار و مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرا کو ہاتھ لگا کیمیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے در دن اک عذاب ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ از ہری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”اسلام سے پہلے عرب میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا کہ ”انتَ عَلَىٰ كَظَهِرِ اُمِّي“ تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت، تو اس قول سے وہ نکاح ٹوٹ جاتا اور عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی، رجوع کا دروازہ بھی بند ہو جاتا۔ اس کو اپنی اصطلاح میں ظہار کہا کرتے۔

اسلام میں سب سے پہلے ظہار کا جو واقعہ پیش آیا اس کے بارے میں اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں ظہار کے متعلق قرآنی احکام و ضاحت سے بیان کر دیا گیا۔ ہوا بیویوں کے ایک روز حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی اوس ابن صامت اپنی بیوی حضرت خولہ بنت لغبلہ پر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے، بڑھاپے کی وجہ سے ان کا مزارج چڑ

چڑا ہو گیا تھا غصہ سے کہہ دیا ”أَنْتِ عَلَىٰ كَظَهِرِ اُمِّي“ زبان سے تو یہ کہہ بیٹھے لیکن لگے پچھتا نے، خولہ کو پاس بلانے کی کوشش کی، اس نیک بندی نے جواب دیا: اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں خولہ کی جان ہے جب تک اللہ اور اس کا رسول ہمارے بارے فیصلہ نہ فرمائیں تم میرے نزدیک نہیں آسکتے، خولہ انھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے پیارے رسول! اوس نے جب میرے ساتھ شادی کی تھی اس وقت میں جوان تھی، صاحب مال تھی، میرے گھر والے بھی موجود تھے، اب میرا شباب رخصت ہو چکا، میں بوڑھی ہو چکی، میرے گھر والے بھی نہ رہے، مال بھی خرچ ہو گیا، اب اوس نے مجھے یہ الفاظ کہے ہیں، حضور! کیا ہمارے لیے کوئی گنجائش ہے کہ ہم ایک ساتھ رہ سکیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلیٰ نے فرمایا: تیرے بارے میں بھی تک مجھے کوئی حکم نہیں ملا ہے، اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا، وہ بار بار یہ کہتی رہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہی جواب دیتے رہے، ساتھ ہی وہ اللہ کی جناب میں بھی فریاد کرتی رہی کہ الہی میں اپنی تہائی اور اپنے خاوند سے جدا ہی کاشکوہ تجوہ سے کرتی ہوں۔ ایک روایت میں ان کے یہ الفاظ درج ہیں ”اپنے فاقہ اور خستہ حال کا شکوہ میں اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر میں انہیں ان کے باپ کے سپرد کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ان کو اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکوں مریں گے“ بار بار وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا تیں اور فریاد کرتیں، بحث و تکرار کا سلسہ ابھی جاری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی غم زدہ اور پریشان حال بندی کی فریاد سن لی اور جب ریتل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا خولہ ابشری اے خولہ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں حکم نازل فرمادیا۔ جاؤ اپنے خاوند کو بلا لاؤ، اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلام آزاد کرو، عرض کیا میرے پاس تو کوئی غلام نہیں، فرمایا پھر دو ماہ متواتر روزے رکھو، عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں دن میں تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگتی ہے، میں اتنی مدت کیسے روزہ رکھ سکتا ہوں، ارشاد ہوا

پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، عرض کرنے لگے آقا میں بہت غریب و نادار ہوں حضور میری مد فرمائیں تو میں کھانا کھلا سکتا ہوں، اس غریب پرور آقا نے انہیں پندرہ صاع اپنے پاس سے عطا فرمائے، انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا، اس طرح حضرت خولہ پھر اپنے گھر آباد ہو گئیں، قد سمع اللہ کی آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس خصوصیت کی وجہ سے صحابہ کرام ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں حضرت خولہ کے پاس سے گزرے۔ آپ دراز گوش پر سوار تھے، لوگوں کا ایک ہجوم ساتھ تھا، حضرت خولہ نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرنے لگیں۔ کہا اے عمر! وہ دن تھے یاد ہیں جب تمہیں عمر کہا جاتا تھا پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المؤمنین کہنے لگے ہیں، پس اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ضروری چیز رہ نہ جائے، جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے، آپ بڑے صبر و تحمل سے کھڑے ان کی نصیحت کو سنتے رہے، جب کافی وقت گزرا گیا تو لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اس بڑھیا کے لیے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے، آپ نے فرمایا بخدا اگر یہ مجھے صح سے شام تک روک رکھے تو میں کھڑا رہوں گا، صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا، کیا تم نہیں جانتے یہ بوڑھی کون ہے؟ یہ خولہ بنت تلبہ ہے جس کی فریاد اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے؟ (ضیاء القرآن ج ۵، ص ۱۳۵/۱۳۶)

ظہار کا معنی

ظہار کے معنی ہیں کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزء شائع کو یا ایسے جزو کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشیبہ دینا جو اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا ایسی عورت کے کسی ایسے عضو سے تشیبہ دینا جس عضو کی طرف اس مرد کو دیکھنا حرام ہے جسے کہا تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردان یا تیر انصف میری ماں کی پیٹھ کے مثل ہے۔

مسئلہ: عورت نے مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو کچھ نہیں۔ (جوہرہ و بہار)

مسئلہ: محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ان سے تشیبہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظاہر کیا تو یہ الفاظ ظہار کے لیے صرخ ہیں۔ ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا ظہار کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو ہر حالت میں ظہار ہی ہے۔ اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاء تقدیق نہ کی جائے گی اور عورت بھی تقدیق نہیں کر سکتی۔
(درستارہندیہ و بہار)

مسئلہ: عورت کو ماں بھی یا بہن کہا تو ظہار نہ ہو اگر ایسا کہنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ و بہار)
مسئلہ: ظہار کی تعلیق بھی ہو سکتی ہے جیسے کہا اگر فلاں کے گھر گئی تو ایسی ہے تو ظہار ہو جائے گا۔
(ہندیہ و بہار)

ظہار کا حکم

ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے دے اس وقت تک اس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ بوسے لینا یا اس کو چھونا یا اس کی شرماگاہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اور بغیر شہوت چھونے یا بوسے لینے میں حرج نہیں۔ مگر اب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں۔ اگر کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کر لے اس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہو اگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (جوہرہ درستارہندیہ و بہار)

ظہار کا کفارہ

ظہار کرنے والا جماع کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ جماع نہ کرے اور عورت اس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں۔ اور جماع کا ارادہ تھا مگر زوجہ مر گئی تو کفارہ واجب نہ رہا۔ (ہندیہ و بہار) ظہار کا کفارہ غلام یا کنیز آزاد کرنا ہے اور جو یہ نہ ہو سکے تو لگا تار و مہینہ کے روزے جماع سے پہلے رکھے اور روزہ بھی رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (ہدایہ وغیرہ) مسئلہ: روزہ سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اس مدت کے اندر ماہ رمضان ہونہ عید الفطر نہ عیدِاضحی نہ ایام تشریق ہاں اگر مسافر ہے تو

ماہ رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھ سکتا ہے مگر ایام منہیہ میں مسافر کو بھی اجازت نہیں۔
(در مختار و جوہرہ)

مسئلہ: کفارہ کا روزہ توڑ دیا چاہے کسی عذر سے توڑایا بلہ عذر یا ظہار کرنے والے نے جس عورت سے ظہار کیا ان دو مہینوں کے اندر دن یا رات میں اس سے صحبت کی جان کر کی ہو یا بھول کر تو پھر سے دو مہینہ کے پورے روزے رکھے اور پہلے کے روزے بیکار گئے۔ اس لیے کہ صحبت سے پہلے پورے دو مہینے لگا تار روزے شرط ہیں۔ (در مختار و الدختار)

مسئلہ: روزے رکھنے پر بھی اگر قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اپنے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دنوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے پر متفرق طور پر۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس اثناء میں روزے پر قدرت حاصل نہ ہو نہیں تو کھانا صدقہ نفل ہو جائیگا اور کفارہ میں روزے رکھنے ہوں گے۔ اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلا یا دوسرے وقت اس کے سواد و سر سے ساٹھ کو کھلا یا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ پہلو یا پھر ایک وقت کھلانے۔ (در مختار و الدختار و ہندیہ)

مسئلہ: شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایاں میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو۔ ہاں اگر ایک جوان کی پوری خواراک کا اسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔ (در مختار و الدختار)

مسئلہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر یعنی آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے۔ مگر اباحت کافی نہیں۔ اور انہیں لوگوں کو دے سکتے ہیں جنہیں صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صحیح کو کھلانے اور شام کے لیے قیمت دے دے یا شام کو کھلانے اور صحیح کو کھانے کی قیمت دے دے یا دو دن صحیح کو یا شام کو کھلانے یا تمیں کو کھلانے تیس کو دے دے غرض یہ کہ ساٹھ کی گنتی جس طرح چاہے پوری کرے یا چوتھائی صاع گیہوں یا آدھا صاع جو دے دے یا کچھ گیہوں یا جو دے باقی کو قیمت دے ہر طرح ہو سکتا ہے۔ (در مختار و الدختار)

مسئلہ: کھلانے میں پیٹ بھر کر کھانا شرط ہے چاہے تھوڑا ہی کھلانے سے پیٹ بھر

جائے۔ اور اگر پہلے ہی سے کوئی آسودہ تھا تو اس کا کھانا کافی نہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور سالن کھلانے اور اس سے اچھا کھانا ہو تو اور بہتر۔ اور جو کی روٹی ہو تو سالن ضروری ہے۔ (در مختار و الدختار و بہار)

مسئلہ: ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا یا ہر روز صدقہ فطر کے برابر دے دیا جب بھی کفارہ ادا ہو گیا۔ اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دے دیا۔ (ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے) یا اس کے لیے سب بطور اباحت دیا تو صرف اس ایک دن کا ادا ہوا۔ یوں ہی اگر تمیں مسکینوں کو ایک ایک صاع گیہوں دے یا دو دو صاع جو تو صرف تمیں کو دینا قرار پائے گا یعنی تمیں مسکینوں کو پھر دینا پڑے گا یہ اس صورت میں ہے کہ ایک ہی دن میں دیا ہوا اور دو دن میں دیا تو جائز ہے۔ (ہندیہ و بہار وغیرہ)

مسئلہ: ظہار میں یہ ضروری ہے کہ قربت سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے اور اگر ابھی پورے ساٹھ کو کھلانہ نہیں چکا ہے اور درمیان میں وہی کی تو اگر کچھ یہ حرام ہے مگر جتنے کو کھلا چکا وہ بے کار نہ ہو اباقیوں کو کھلانے سرے سے پھر ساٹھ کو کھلانا ضرور نہیں۔ (جوہرہ و بہار)

مسئلہ: جس کے ذمہ کفارہ تھا وہ مرگی اس کے وارث نے اس کی طرف سے کھانا کھلانا یا قسم کے کفارہ میں کپڑے پہنادیئے تو کفارہ ادا ہو جائے گا اور غلام آزاد کا تونہ ادا ہو گا۔ (رد المحتار) نوٹ: ایسا، ظہار اور خلع کے متعلق تفصیلی مسائل فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت اور دیگر کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مصادر و مراجع

القرآن الکریم کنز الایمان و خزانۃ العرفان

ضیاء القرآن تبیان القرآن

بہار شریعت قانون شریعت

یا ایضاً الذین آمنوا